مدارس کے بارے میں وزارت تعلیم کا مجوزہ منصوبہ اور
علمائے کرام کا ردعمل

آج سے تقریباً تیئیس سال قبل ۱۹۸۰ء کو اس وقت کی حکومت نے دینی مدارس کی آزادی اور حریت کو سلب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تجویز کی تھی جس نے مدارس کے متعلق مختلف سفارشات پیش کیں اور وزارتِ تعلیم نے ان سفارشات کی روشنی میں ایک منصوبہ تیار کیا، وزارت تعلیم کے اس مجوزہ منصوبہ پر غور کرنے کے لیے ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ء، ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی مجلس کا ایک غیر معمولی اجلاس حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی کے زیر صدارت اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیر سرپرستی منعقد ہوا اور ایک متفقہ قرارداد پاس کی، "وفاق المدارس" کے ریکارڈ میں محفوظ یہ مجوزہ منصوبہ، اس کے متعلق وفاق المدارس کی قرارداد اور آخر میں حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کا فکرانگیز تبصرہ قارئین "سہ ماہی وفاق المدارس" کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، اس سے ایک طرف جہاں دینی مدارس کو بچانے کے لیے "وفاق المدارس" کی طویل جدوجہد کا کچھ اندازہ ہوگا، وہیں یہ حقیقت بھی آشکارا ہوگی کہ دینی مدارس کی آزادی کو سلب کرنے کے لیے پاکستان کی مختلف حکومتوں کا رویہ بیرونی دباؤ اور بعض بدنصیب اندرونی عناصر کی وجہ سے ہمیشہ منفی رہا ہے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومت کی جانب سے تشکیل کردہ "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان" کی رپورٹ پر مفصل تبصرہ اور اس کے بارے میں مختلف مسلک علماء کرام کے ردّعمل کا تذکرہ کرتے ہوئے رسالہ "رپورٹ قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان اور علمائے امت کے لیے لمحہ فکریہ" میں ہم نے لکھا تھا:

"ہمارے خیال میں "قومی کمیٹی برائے دینی مدارس پاکستان" کی سفارشات، دینی مدارس کی ماہیت و مزاج، ان کے مقصد و موضوع اور ان کے دائرہ عمل میں انقلابی تبدیلیوں کی حامل ہیں، اس لیے وہ دینی مدارس کے ارباب حل و عقد کے نہایت گہرے اور سنجیدہ غور و فکر کی مستحق ہیں۔ ان حضرات کو تمام آثار و نتائج پر غور کرنے کے بعد اپنے نفع و نقصان کا میزانیہ مرتب کرنا چاہیے اور اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اگر ان سفارشات کو طوعاً و کرہاً (بزور قانون) نافذ کر دیا گیا تو ان حضرات کا لائحۂ عمل کیا ہوگا اور وہ دینی علوم کے تحفظ کے سلسلہ میں کیا طریق کار اختیار فرمائیں گے؟"

قومی کمیٹی کے مجوزہ بورڈ کے اجلاس منعقدہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۰ء میں طے پایا تھا کہ وزارتِ تعلیم دینی مدارس کی قومی کمیٹی کی

سفارشات پر عمل درآمد کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کرے گی، وزارت تعلیم نے جو منصوبہ تیار کیا ہے اس کا متن حسب ذیل ہے:

مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ

(قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی سفارشات)

ا۔ پہلا اہم ترین اقدام یہ ہے کہ حکومت کے ایکٹ یا ریزولیوشن کے تحت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) کی تشکیل کی جائے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا تفصیلی جائزہ لے، ان کے نفاذ و اجراء کے لیے اسکیمیں مرتب کرے۔ دینی اداروں کی سرگرمیوں کی نگرانی، جائزے اور ان میں ہم آہنگی قائم کرنے کا اہتمام کرے۔ اس سلسلے میں رابطہ و انتظام کے لیے ضروری ڈھانچہ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان میں قائم کیا جائے۔

۲۔ امتحانات کا اہتمام کرنے اور دوسرے متعلقہ ضروری امور انجام دینے کے لیے مقتدرہ کے تحت ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ جس کی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں: (ا) منظور شدہ اداروں کا معائنہ کرنا یا معائنے کا اہتمام کرنا اور معائنے کی روئیداد طلب کرنا۔ (۲) نصابات و تدریسی مواد مقرر کرنا اور متعلقہ قواعد و ضوابط مرتب کرنا۔ (۳) امتحانوں میں داخلے کی شرائط، شرح فیس، امیدواروں کی اہلیت کا تعین کرنا، امتحان میں داخلے کی اجازت دینا اور مقررہ فیس وصول کرنا۔ (۴) امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو سندات جاری کرنا یا سندات منسوخ کرنا۔ (۵) منظور شدہ مدارس کے طلبہ کی فلاح و بہبود، رہائش، صحت اور نظم و ضبط کی نگرانی کرنا۔ (۶) وظائف، تمغہ جات، انعامات کا تعین کرنا اور مقررہ قواعد کے تحت عطا کرنا۔ (۷) منظور شدہ اداروں میں زائد از نصاب سرگرمیوں کی تنظیم و ترویج۔ (۸) بورڈ اور اس کی ذیلی کمیٹیوں کے افسران اور اساتذہ اور ملازمین کے فرائض سے متعلقہ قواعد و ضوابط وضع کرنا۔

۳۔ مقتدرہ کے تحت ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو عام نظام تعلیم کے تدریسی مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے دینی مدارس کے نصابات پر نظر ثانی کرے اور دینی مدارس میں پیشہ ورانہ / مہارتی نصابات کو رائج کرنے کی موزونیت اور امکانات کا جائزہ لے۔

۴۔ عام نظام تعلیم میں اعلیٰ درجات تک دینی تعلیم کو شامل نصاب کر لیا گیا ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دینی مدارس کے نظام میں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی درجات پر مندرجہ ذیل انتخابی مضامین نصاب کا جز قرار دیے جائیں:

الف: زرعی تکنیکی مضامین۔ ب: صنعتی مضامین۔ ج: سائنسی مضامین۔ د: تجارتی مضامین، ہ۔ گھریلو معاشیات (طالبات کے لیے)

ان مضامین کے لیے وفاقی وزارت تعلیم کے منظور شدہ نصابات کو اختیار کیا جائے۔

۵۔ دونوں طرز کے نظامہائے تعلیم کو قریب تر لانے اور ان کے درمیان حائل فاصلے کو کم تر کرنے کے لیے جامع نصابات پہلے مرحلے میں انہی منتخب اداروں میں رائج کیے جائیں جو تدریس کے لیے ضروری سہولتیں مہیا کر سکیں اور ان نصابات کو جاری کرنے پر رضامند ہوں۔

۶۔ اداروں کی موجودہ سہولتوں مثلاً اساتذہ (تربیت یافتہ، غیر تربیت یافتہ) کتب خانے، ورکشاپس، معمل، طلبہ وغیرہ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ اور ان اداروں کو پوری طرح آراستہ کرنے کے لیے مرحلہ وار پروگرام بنایا جائے۔

۷۔ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کا مرحلہ وار منصوبہ تیار کیا جائے۔ مختلف درجات کے اساتذہ کے لیے حسب ضرورت ترمیم کے ساتھ، قومی نصابات کو اختیار کیا جائے۔ دوران ملازمت اساتذہ کی تربیت / تجدید تربیت کے تعلیمی توسیعی مراکز اور ابتدائی اساتذہ کے تربیتی اداروں کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔ ۸۔ دینی اداروں میں کھیلوں اور جسمانی تعلیم کی سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں۔ ۹۔ مذکورہ بالا تجاویز کے مطابق تمام امور کا مکمل جائزہ لینے کے بعد حکومت کی منظوری کے لیے جامع منصوبہ مرتب کیا جائے۔ ۱۰۔ عملی اسکیموں کی ترقی اور کامیابی کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جائے اور ضروری اصلاحی اقدامات کیے جائیں۔ ۱۱۔ دینی مدارس کی منظوری، الحاق، اساتذہ کی اہلیت کی تعیین اور

حکومت کی طرف سے دی جانے والی مالی امداد کے لیے ایک واضح پالیسی مرتب کی جائے جس کی ذمہ داری مقتدرہ پر ہو۔ ۱۲۔ ذیل میں اس اسکیم کے مطابق، پہلے مرحلے کے نفاذ کا ایک منصوبہ تجویز کیا گیا۔

(ضمیمہ الف) مجوزہ تفصیلی منصوبہ: ا۔ نئی اسکیم کا اجراء مرحلے وار ہونا چاہیے۔ ۲۔ پہلے مرحلے میں ایک سو مدارس کا انتخاب کیا جائے جو نئے جامع نصابات کو اپنانے کے خواہاں ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو مختلف مکاتب فکر کی متناسب نمائندگی کا خیال رکھا جائے۔ ۳۔ جو ادارے نئی اسکیم کو رائج کرنے پر رضامند ہوں ان کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور جماعت وار طلبہ کی تعداد، دینی اور عمومی مضامین کی تدریس کے لیے پہلے سے موجود اساتذہ کا تعین کیا جائے۔ ۴۔ انہی اداروں کو ترجیح دی جائے جن میں ذیل کی سہولتیں موجود ہوں: i۔ ان کے پاس اپنی عمارات اور اقامت خانے موجود ہوں۔ قومی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۶۵۸/۸۳۹ اداروں میں یہ سہولت موجود ہے۔ ii۔ جماعت بندی کے لیے طلبہ کی کافی تعداد موجود ہو۔ iii۔ ایسے اساتذہ ہوں جن کے پاس عام بورڈوں / یونی ورسٹیوں کی سندات ہوں اور جو مجموعی مضامین پڑھانے کے اہل ہوں۔ iv۔ کتب خانے۔ رپورٹ کے مطابق ۶۱۲ اداروں کے اپنے کتب خانے ہیں۔

۵۔ مقتدرہ کی مقرر کردہ کمیٹی ان اداروں کا معائنہ کر کے اور تدریسی عملہ، سامان تدریس، درسی کتب، فرنیچر اور طلبہ برائے جماعت بندی کا جائزہ لے۔ ۶۔ جدید تدریسی منصوبے کا آغاز ابتدائی درجے (جماعت اوّل تا پنجم) سے کیا جائے اور آئندہ سال ایک مزید اگلی جماعت کا اضافہ کیا جائے۔ ۷۔ جماعت بندی کرتے وقت طلبہ کے علمی پس منظر، معیار اور ان کی مناسبت کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے۔

۸۔ دینی اداروں میں پہلے سے موجود ایسے اساتذہ جو عمومی تعلیم کی سندات رکھتے ہوں اور تربیت یافتہ نہ ہوں انھیں عام مضامین پڑھانے کے لیے دوران ملازمت تربیتی / تجدیدی کورسوں میں شرکت کا موقع بہم پہنچایا جائے۔

۹۔ دینی مضامین کی تدریس کے لیے پہلے سے موجود قابل اساتذہ کی خدمات سے استفادہ جاری رکھا جائے۔

۱۰۔ عام مضامین کے اساتذہ کی کمی پوری کرنے کے لیے تعلیمی محکموں سے موزوں اساتذہ کی خدمات مستعار لی جائیں یا براہ راست اساتذہ بھرتی کیے جائیں۔

۱۱۔ تربیت اساتذہ: یہ بات یقینی ہے کہ دینی اور عمومی مضامین کی جامع اسکیم کے مطابق، تدریسی عملہ میں موجود اساتذہ تربیت یافتہ نہ ہوں گے اور ان اداروں سے فارغ ہونے والے طلبہ بھی مستقبل قریب تک اس قابل نہ ہوں گے کہ انھیں بطور استاد ملازم رکھا جاسکے۔ اس وقت تک ضروری ہے کہ موجودہ اساتذہ کے لیے دوران ملازمت تربیتی / تجدیدی کورسوں کا انتظام کیا جائے، اس کام میں وزارت مذہبی امور، محکمہ اوقاف، صوبائی تعلیمی توسیعی مراکز اور تربیتی اداروں کا تعاون حاصل کیا جائے۔

۱۲۔ دینی اداروں کے موجودہ تدریسی عملہ کی تنخواہوں اور الاؤنسوں کی ادائیگی متعلقہ تنظیموں ہی کے ذمہ ہوگی تاہم حکومت کی طرف سے موجودہ عملے کو جو جدید اسکیم میں شامل ہوگا، اعزازی الاؤنس پیش کیا جائے۔ ۱۳۔ تمام طلبہ کے لیے پڑھنے لکھنے کا سامان زکوٰۃ فنڈ سے مہیا کیا جائے۔ ۱۴۔ عمومی مضامین کی تدریس کے اخراجات حکومت (وزارت مذہبی امور) برداشت کرے۔ ۱۵۔ عمارات اور اقامتی سہولتیں ادارے کی انتظامیہ کی طرف سے مہیا کی جائیں ان کی مرمت اور دیکھ بھال بھی انھی کے ذمے ہو۔ ۱۶۔ جدید اسکیم کی کامیابی کے لیے مقامی کمیٹیوں اور زکوٰۃ کمیٹیوں کا تعاون حاصل کیا جائے۔

۱۷۔ ثانوی اور اعلیٰ درجات کے لیے تدریسی سامان، سائنسی معمل، (لبارٹریز) اور پیشہ ورانہ تربیتی مواد اور پرائمری درجے کے لیے تدریسی معاونات حکومت فراہم کرے، اس غرض کے لیے عالمی تنظیموں یو این ڈی پی (اقوام متحدہ کا ترقیاتی ادارہ) یونیسف اور یونیسکو کا تعاون

بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ترقیاتی منصوبے اور غیر ملکی امداد کے لیے اسکیمیں مرتب کی جائیں۔

۱۸۔ قومی مرکز برائے آلات تعلیم لاہور، یونیسف کے تعاون سے پرائمری مدارس کو قومی تدریسی کٹ تقسیم کرتا رہا ہے اس ادارے سے رابطہ قائم کر کے ان دینی مدارس کو تدریسی کٹ مہیا کی جائے جن میں عمومی مضامین کی تدریس جاری کی جائے۔

۱۹۔ تعلیمی سال کے اختتام پر اس اسکیم کی ترقی اور کامیابی کا ناقدانہ جائزہ لیا جائے، اس غرض کے لیے ماہرین کمیٹی مقرر کی جائے۔

۲۰۔ نئی اسکیم بتدریج اعلیٰ جماعتوں میں سال بسال بڑھائی جائے۔ ۲۱۔ ہر سال مزید پچاس ادارے اس اسکیم میں شامل کیے جائیں۔

☆☆☆

وزارت تعلیم کے اس مجوزہ منصوبہ پر غور کرنے کے لیے ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کی مجلس عاملہ کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی صدر وفاق منعقد ہوا۔ اجلاس کی اہمیت کے پیش نظر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک (سرپرست وفاق نے بھی شرکت فرمائی، صدر اور سرپرست وفاق کے علاوہ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کے جن حضرات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک (سرپرست وفاق المدارس) ۲۔ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی (صدر وفاق المدارس، ورکن مجوزہ قومی بورڈ) ۳۔ مولانا سلیم اللہ خان صاحب۔ (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ) کراچی ۴۔ مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک (رکن مجوزہ قومی بورڈ) ۵۔ مولانا محمد رفیع عثمانی۔ دارالعلوم کراچی۔ ۶۔ مولانا محمد ایوب جان بنوری۔ پشاور ۷۔ مولانا عبدالکریم کلاچی ۸۔ مولانا عبیداللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور (رکن مجوزہ قومی بورڈ) ۹۔ مولانا قاری عبدالسمیع۔ سرگودھا۔ ۱۰۔ مولانا عبدالواحد۔ کوئٹہ ۱۱۔ مولانا محمد اسعد تھانوی۔ سکھر ۱۲۔ مولانا عبداللہ رائے پوری۔ جامعہ رشیدیہ، ساہیوال ۱۳۔ مولانا محمد شریف۔ خیرالمدارس، ملتان ۱۴۔ مولانا غلام قادر۔ خیرپور (بہاولپور) ۱۵۔ مولانا فیض احمد۔ ملتان ۱۶۔ مولانا نور محمد۔ سجاول، ضلع ٹھٹھہ ۱۷۔ مولانا قاری سعید الرحمٰن۔ راولپنڈی ۱۸۔ مولانا قاری محمد امین۔ ملتان ۱۹۔ مولانا مفتی محمد انور شاہ۔ ملتان

اجلاس میں قومی کمیٹی کی رپورٹ اور وزارت تعلیم کے مجوزہ منصوبہ پر طویل غور وخوض کے بعد حسب ذیل قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔ اور طے پایا کہ یہ قرارداد قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کے چیئرمین اور وزارت تعلیم مذہبی امور کے سیکریٹری کی خدمت میں بھیج دی جائے، قرارداد کا متن حسب ذیل ہے:

قراردادِ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مدارس عربیہ کے نصاب ونظام تعلیم کے فلاح واصلاح کے سلسلہ میں جن مقاصد کے تحت قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم ہوئی۔ اس کمیٹی میں شامل مسلک دیوبند کی ترجمانی اور وفاق المدارس العربیہ کی نمائندگی کرنے والے فاضل ارکان نے کمیٹی کے آغاز سے

سفارشات کی تکمیل تک کمیٹی کے ساتھ بھرپور اور مؤثر تعاون کیا۔ مگر اس پورے عرصہ میں ارکان نے یہ جدوجہد بھی کی کہ ایک طرف مدارس عربیہ کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت بھی مجروح نہ ہونے پائے جو آگے چل کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے رسوخ فی الدین، تعمق اور علمی صلاحیتوں پر اثرانداز ہو، دوسری طرف موجودہ دور کے تعلیمی سندات اور ڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم ومضامین میں سے جو نہایت لازمی اور ضروری ہوں ان کو شامل نصاب کرنے پر اکتفا کیا جائے۔

اس کے ساتھ ان ارکان کا یہ غیر متزلزل موقف بھی رہا کہ مجوزہ اصلاحی اقدامات سے کوئی بھی ایسی صورت، ان مدارس کے لیے ناقابل برداشت ہوگی جس سے ان مدارس کی خود مختار حیثیت اور آزادی مجروح ہو اور صدیوں سے آزمودہ طریقہ کار میں رخنہ پڑے کیونکہ ایسی کوئی بھی مداخلت آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد، روحانی اور اخلاقی تربیت، تعلیمی روح اور ڈھانچہ کو درہم برہم کرکے رکھ دے گی۔ کمیٹی کے سامنے جب مدارس کے اصلاحی وتنظیمی اور نصابی امور کے بارے میں ایک خود مختار ادارہ کی تشکیل کا مسئلہ آیا تو ہمارے ان فاضل ارکان نے حکومتوں کے عمل دخل سے آزاد رکھنے کے خاطر اس بورڈ کے تشکیل کے بارے میں اپنا متبادل خاکہ پیش کیا۔ جو ہمارے لیے نہایت ناگزیر تھا مگر اسے نظرانداز کیا گیا اور اسے بہت معمولی اور خفیف ثابت کرنے کے لیے ہمارے ارکان کے متفقہ اختلافی نوٹ کے بجائے ایک رکن کے وضاحتی نوٹ کی صورت میں رپورٹ کے آخر میں شامل کیا گیا۔ ان ارکان کا موقف کسی علمی تنگ نظری یا جمود اور عصر حاضر کے ضروری مضامین اور علوم کو شامل کرنے سے گریز کرنے کی وجہ سے نہ تھا جب کہ انہیں خود بھی اسے بہتر سے بہتر بنانے کا احساس ہے۔ لیکن ان مقاصد کے لیے اگر ان مدارس کی آزادی اور خود مختاری داؤ پر لگادی جاتی تو نتیجتاً ان مدارس سے اُمت کو دنیا کی بھلائی تو کیا ملتی دین اور دینی مقاصد سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا۔ چنانچہ رپورٹ کے سامنے آجانے سے وفاق المدارس اور دیوبند کے اکابر علماء نے موجودہ اور مستقبل کے خدشات کے پیش نظر مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ، ۲۶ جون ۱۹۷۹ء کو اپنے مجلس عاملہ میں اس پروگرام کو مسترد کرکے قرارداد پاس کی جس کے بعد میں مجلس شوریٰ نے ۳۰ نومبر ۸۰ء کے اجلاس میں توثیق بھی کردی۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ جب صدر پاکستان کو پیش کردی گئی تو اس کے نفاذ کے طریق کار وضع کرنے کے لیے صدر محترم نے اسے ایک ذیلی کمیٹی اور پھر تنفیذی کمیٹی کے سپرد کردیا۔ ان کمیٹیوں کے سرکاری ارکان نے مجوزہ رپورٹ کی رہی سہی حیثیت بھی ختم کرنے کی پوری سعی کی اور مدارس کے نصاب اور نظام کی شکل میں بے دست وپا کرنے کے مشورے اور تجاویز پیش کیے۔ میٹنگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا اور پچھلے اجلاس میں وزارت تعلیم کے فاضل سیکرٹری کے سامنے آیا انھوں نے اجلاس میں اس کے نفاذ کے لیے ایک مجوزہ خاکہ پیش کرنے کی مہلت مانگی جو انہیں دے دی گئی۔ اب جو اُن کا مجوزہ منصوبہ برائے نفاذ ہمارے سامنے آیا جو بائیس فروری کو مجوزہ قومی بورڈ کے اجلاس میں زیر غور ہے، اُس نے ایک طرف تو ہمارے تمام خدشات اور اندیشوں کو قطعی ثابت کردیا اور دوسری طرف اس نئے منصوبہ کی تجاویز نے قومی کمیٹی کے اب تک کیے ہوئے سارے کام پر بھی یک لخت پانی پھیر دیا۔ یہ منصوبہ قومی کمیٹی کے مجوزہ قومی بورڈ برائے دینی مدارس کے دائرہ اختیار کو بھی یہ کہہ کر ختم کرکے رکھ دیتا ہے کہ حکومت ایک مقتدرہ (اتھارٹی) کی تشکیل دے جو قومی کمیٹی کی سفارشات کا تفصیلی جائزہ لے۔ دوسری طرف یہ مجوزہ منصوبہ مذکورہ قومی بورڈ کو امتحانات وسندات وغیرہ کے معاملہ میں بھی بے بس کردیتا ہے جس سے بالآخر مدارس عربیہ حکومت کی بیوروکریسی اور وزارتوں کے با تنخواہ سرکاری افسروں کے ہاتھ کا کھلونا بن جائیں گے۔

قومی کمیٹی کی رپورٹ میں مدارس کے مروجہ بھاری نصاب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت ضروری اور کم سے کم مروجہ مضامین شامل کرنے پر کفایت کی گئی تھی۔ مجوزہ منصوبہ نے ان مضامین میں زرعی، تکنیکی، صنعتی اور تجارتی مضامین کا اضافہ بھی ضروری سمجھا۔ پھر جامع نصابات کی از سر نو ترتیب اور وفاقی حکومت کے منظور شدہ نصابات کا بھی مدارس عربیہ کو پابند بنانا چاہا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے اس یقین

میں اور پختگی آگئی کہ حکومت کے ایسے آئے دن بدلتے ہوئے تجاویز، اضافوں اور ترمیمات سے مدارس عربیہ کا اصل مقصد فروغ و اشاعت دین، تحفظ قرآن و سنت اور اشاعت علوم دینیہ، مخلص اہل حق علماء کی تیاری باقی نہ رہ سکے گا۔ نہ مدارس عربیہ آئے دن کے بدلتے ہوئے حکومتوں اور افسروں کے بدلتے ہوئے رجحانات اور مختلف نظریات کے ساتھ، اپنی خود مختاری باقی رکھ سکیں گے۔ اس لیے نہ صرف یہ کہ آج کے اس اہم اجلاس میں وفاق المدارس اور مسلک دیوبند کے اکابر اپنی پچھلی قرارداد کی توثیق کرتے ہوئے وزارت تعلیم کے اس مجوزہ خاکہ کو مسترد کرتے ہیں، بلکہ دینی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم دیگر مکاتب فکر (بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ) کے ارباب مدارس عربیہ سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ بھی اس مجوزہ اصلاحات سے قطعی لاتعلقی کا اعلان کر کے دینی تعلیم کی حفاظت کا آزمودہ مروج طریقۂ کار برقرار رکھیں گے۔ انشاء اللہ اسی میں دین، علماء، مدارس دینیہ اور ملک و ملت کی فلاح ہو گی۔

عبدالحق (سرپرست)، محمد ادریس غفرلہٗ (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)، محمد سلیم اللہ (ناظم اعلیٰ وفاق)۔ ۲۱/۲/۸۱ء

☆☆☆

مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے اکابر نے قومی کمیٹی کی رپورٹ اور وزارتِ تعلیم کے مجوزہ منصوبہ کے بارے میں جو بے لچک اور دوٹوک موقف اختیار کیا ہے اس کے دلائل اس قرارداد میں موجود ہیں جن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں:۔

۱۔ ارکان حکومت کا علمائے کرام کی تجاویز سے انحراف۔

۲۔ مجوزہ نصاب میں دینی مدارس کی رُوح کا کچل دیا جانا۔

۳۔ مجوزہ منصوبہ میں دینی مدارس کو ارباب حکومت کی لونڈی بنا دینا کہ وہ جس طرح چاہیں ان میں تصرف کیا کریں۔

چونکہ یہ تینوں چیزیں کسی بھی مدرسۂ فکر کے علماء کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتیں اس لیے قرارداد کے آخر میں دیگر مکاتب فکر کے حضرات سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس مجوزہ منصوبہ کو قبول نہ فرمائیں۔ یہ حضرات وفاق المدارس کی اس اپیل پر توجہ فرماتے ہیں یا نہیں؟ یہ تو ان حضرات کی صوابدید پر موقوف ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن ٹیں چند گذارشات ان کی خدمت میں بھی کر دی جائیں تاکہ صورت حال میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

اول دینی مدارس کی اصلاح اور ان کے لیے سرکاری کنٹرول یا سرکاری سرپرستی کا جو منصوبہ ہمارے سامنے آیا ہے یہ کوئی نیا منصوبہ نہیں۔ بلکہ سابقہ ادوار میں بھی اس پر غور ہوتا رہا ہے۔ اور سرکاری افسران کا لادین طبقہ، ہمیشہ سے دینی مدارس کی آزادانہ کارکردگی کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا اور ان کو رام کرنے کے لیے تدابیر سوچتا اور منصوبے بناتا رہا ہے۔ اس کی نشان دہی مولانا لطف اللہ پشاوری نے اپنے اس مضمون میں کی ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے بارے میں ماہنامہ بینات کی اشاعت خاص میں شائع ہوا ہے۔ مولانا لطف اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"سکندر مرزا کے زمانہ میں پاکستان میں مغرب زدہ لوگوں کا طوطی بولتا تھا۔ حکومت کے ارباب حل و عقد پر بھی ہمیشہ اسی طبقہ کا اثر رہا، ان لوگوں کو یہ تکلیف تھی کہ حکومت جو بھی تجدد پسندانہ نئی حکمت عملی تجویز کرے، اس کے لیے صرف علماء کا طبقہ سنگ راہ بن جاتا ہے۔ مولانا نور الحق صاحب سابق ڈین اسلامیہ کالج پشاور نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ ایک دفعہ سابق صدر ایوب خان نے مجھ سے کہا کہ "تیونس، مراکش، مصر، شام کسی جگہ بھی علماء حکومت کے خلاف دم نہیں مار سکتے۔ محکمۂ اوقاف نے سب کو

باندھ رکھا ہے، ایک پاکستان ایسا ملک ہے کہ حکومت کچھ کرتی ہے تو کراچی سے پشاور تک علماء اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر دیتے ہیں اور ملک میں ایک ہلچل پیدا ہو جاتی ہے، تم مصر جاؤ، اور وہاں جا کر جائزہ لو کہ حکومت مصر نے کس ترکیب سے علماء کو باندھ رکھا ہے، پاکستان میں بھی علماء کو پابند کرنے کے لیے ایک منصوبہ تیار کرو۔" بریگیڈیئر گلزار احمد نے بھی میرے سامنے اسی قسم کے خیالات صدر ایوب سے نقل کیے تھے۔ چنانچہ ڈین صاحب مصر گئے۔ اور واپسی پر صدر ایوب کے سامنے تمام مساجد اور مدارس عربیہ کو حکومت کی تحویل میں لینے کا نسخۂ کیمیا تجویز کیا۔ صدر ایوب نے جب اس منصوبے پر عمل درآمد کے لیے تمام مدارس عربیہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو ڈین صاحب نے ان سے کہا کہ مصر اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں۔ ہماری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ہم مدارس کو حکومت کے قبضے میں لے لیں تو مولانا محمد یوسف بنوری جیسے علماء مدارس کے بجائے مسجدوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ عرب ممالک میں تو عوام کو مدارس کے لیے چندہ دینے کی عادت نہیں، مگر پاکستان میں ایسے علماء ہیں کہ اگر انھوں نے مساجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تو عوام اور مخلصین ان کو بغیر رسید کے چندے دیں گے اور مسجدوں میں پھر سے نئے آزاد مدرسے قائم ہو جائیں گے۔ حکومت کے سرکاری مدارس میں تو دینی علوم پڑھنے کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔ اس طرح ہمارا یہ منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

صدر ایوب نے ڈین صاحب کو مدارس عربیہ کے لیے نیا نصاب تعلیم بنانے کا حکم دیا۔ ڈین صاحب بڑے طمطراق کے ساتھ کراچی تشریف لائے، حیدر آباد یونی ورسٹی کے داؤد پوتا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ڈین صاحب نے مفتی محمد شفیع مرحوم اور مولانا بنوری مرحوم سے ملاقات کی اور انھیں نصاب تعلیم میں ترمیم کا مشورہ دیا۔ مولانا بنوری نے اُن کی پوری وعظ و تقریر سُن کر فرمایا: "مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم کون بنائے گا؟ حدیث، تفسیر اور فقہ کے نصاب مرتب کرنے میں آپ جیسے سرکاری ملازمین کی کیا حیثیت ہے؟ نصاب علماء راسخین ہی بنا سکتے، اور وہی بنائیں گے۔" ڈین صاحب بولے، وہ علماء راسخین کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کام یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع صاحب کا ہے، آپ کون آئے نصاب بنانے والے۔" (اشاعت خاص، ماہنامہ بینات، محرم الحرام ۱۳۹۸ھ)

دوم اس سے قطع نظر کہ مجوزہ منصوبہ میں دینی مدارس کے لیے کیا مراعات تجویز کی گئی ہیں اور علمائے کرام کی شرائط کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے، اصل چیز جو پیش نظر رکھنے کی ہے۔ وہ دینی مدارس میں سرکاری مداخلت ہے۔ ہمیں یہ فرض کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں کہ موجودہ حکومت دینی مدارس کی بہت ہی خیر خواہ ہے اور وہ جو کچھ بھی کر رہی ہے محض دینی مدارس اور ان کے علماء و طلباء کی فلاح و بہبودی کے لیے کر رہی ہے اور قومی کمیٹی کی سفارشات بھی فرض کیجیے نہایت مخلصانہ اور معقول ہیں اور وزارت تعلیم کا مجوزہ منصوبہ بھی مان لیا جائے کہ دینی مدارس کے لیے فلاحی و اصلاحی ہے۔

ان تمام امور کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی علماء کرام کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر ایک بار دینی مدارس سرکاری تحویل میں دے دیئے گئے اور انھیں قانون کے شکنجے میں کس دیا گیا تو ان کی حیثیت خالص سرکاری اداروں کی ہو گی۔ آج اگر ایک نیک دل حکمران ہے اور وہ دینی مدارس کو پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتا ہے تو کل ایک ایسا شخص بھی آ سکتا ہے جو دین اور دینی مدارس کا بدترین دشمن ہو۔ سرکاری تحویل میں چلے جانے کے بعد دینی مدارس، صرف نام کے دینی مدارس ہوں گے۔ ورنہ عملاً وہ خالص سرکاری ادارے ہوں گے اور ان کی کارکردگی سرکاری عالی مدار کے تابع ہو گی، اس لیے یہ مجوزہ منصوبہ اپنے ابتدائی حالات میں خواہ کتنا ہی معصوم اور بے ضرر نظر آتا ہو۔ لیکن اس کا انجام دینی

مدارس کو حکمرانوں کا کھلونا بنانے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اگر علمائے کرام کو یہ صورت حال گوارہ ہے تو بڑے شوق سے اس منصوبہ کو قبول فرما کر سرکاری مراعات سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

سوم جہاں تک دینی مدارس کے نصاب کا تعلق ہے، اس میں اس کے سوا کوئی خامی نہیں کہ سرکاری حلقوں میں اس نصاب کو شرف پذیرائی حاصل نہیں۔ یہ اپنی اپنی نظر ہے کہ اس کو خامی تصور کیا جائے یا خوبی؟ ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ یہ اس نصاب کی خامی نہیں بلکہ خوبی ہے۔ جو نصاب تعلیم سرکاری تعلیم گاہوں میں نافذ ہے، ایک جہان کا جہان اس سے استفادہ کر کے اپنی دنیا بنا رہا ہے اور ہزاروں میں ایک آدھ فرد ایسا ہے جو دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے ذریعہ اپنے دین کو سیکھنا اور اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتا ہے۔ اگر مجوزہ سرکاری منصوبہ کے مطابق دینی مدارس میں بھی وہی نصاب تعلیم جاری کر دیا جائے جس کی افراط، بد ہضمی کی حد تک پہنچ گئی ہے (اور جدید تعلیم گاہوں کے ہزاروں افراد اچھی اچھی ڈگریوں کا پشتارہ لیے بے روزگاری کی وادی تیہ میں سرگرداں ہیں) تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہزاروں میں سے ایک فرد جو دین سیکھنے کے لیے دینی مدارس کو قبلۂ توجہ بناتا تھا۔ اس کے لیے بھی کوئی پناہ باقی نہیں رہے گی۔ اس لیے دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں ڈھالنے کے بجائے یہی بہتر ہے کہ ان مدارس کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے۔ اور جو لوگ سرکاری مراعات کے خواہشمند ہوں ان کو مشورہ دیا جائے کہ وہ دینی مدارس کے بجائے جدید تعلیم گاہوں سے استفادہ کریں۔ دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں تبدیل کر کے ان کی اہمیت بدل دینا علماء کرام کا ایک ایسا جرم ہوگا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

چہارم: اس ضمن میں ہم ارباب حکومت سے بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اخلاص و خیر خواہی سر آنکھوں پر۔ لیکن دینی مدارس کے بارے میں جو منصوبہ زیر غور ہے اس کو بروئے کار لانا حکومت کے لیے بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوگا:

۱۔ وفاق المدارس سے منسلک مدارس اور دیوبندی مکتب فکر کے علماء اس منصوبہ کو متفقہ طور مسترد کر چکے ہیں اور وہ قومی کمیٹی اور قومی بورڈ سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اگر بزور قانون اس منصوبہ کو نافذ کر دیا گیا تو ملک میں ایک ہیجان برپا ہوگا اور موجودہ حالات میں ملک و ملت ایسے کسی ہیجان کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہم مؤدبانہ گذارش کریں گے کہ دینی مدارس کے علماء و طلباء کے حساس طبقہ کو ہرگز پریشان نہ کیا جائے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ یہ منصوبہ پیش کر رہے ہیں وہ درحقیقت حکومت سے بدخواہی کے مرتکب ہیں۔

۲۔ دینی مدارس موجودہ حالات میں اہل خیر کے چندوں سے چل رہے ہیں اور ان کا کوئی بوجھ سرکاری خزانہ پر نہیں۔ لیکن وزارت تعلیم کے مجوزہ منصوبہ میں صرف چھ سال کے ابتدائی مرحلہ کے لیے (۱۹ء۶۷) ملین اخراجات کا اندازہ کیا گیا ہے۔ جبکہ اصل اخراجات اس سے کہیں زیادہ ہوں گے اور سرکاری تحویل میں جانے کے بعد یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ ان دینی مدارس کو قوم چندے دیا کرے گی، ظاہر ہے کہ کروڑوں کے ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حکومت کو ٹیکس وغیرہ کے ذرائع استعمال کرنا پڑیں گے، اور جو نتائج حکومت کے پیش نظر ہیں، وہ پھر بھی پورے نہیں ہوں گے۔ حکومت کو اپنی موجودہ مشکلات کے ساتھ ایک نئے درد سر کا چمٹانا ایک بے مقصد سی بات ہوگی۔

۳۔ سرکاری تعلیم گاہوں میں آئے دن اساتذہ طلبہ کے مطالبات کا ہنگامہ رہتا ہے۔ اگر دینی مدارس کو سرکاری سرپرستی میں دے دیا گیا تو ان اداروں میں مطالبات اور ہنگاموں کی ایک نئی روایت ہوگی۔ جو نہ صرف حکومت کے لیے موجب تشویش ہوگی بلکہ دینی مدارس کے علماء و طلباء کے شایان شان بھی نہیں ہوگی۔ اس لیے دینی مدارس کو ماڈرن بنانا نہ حکومت کے لیے مفید ہوگا نہ دینی مدارس کے علماء و طلباء کے لیے۔ ان کے لیے بوریائے فقر ہی موزوں ہے اور ان کو اسی حالت میں رہنا اور رکھنا چاہیے۔ واللہ الموفق۔

☆☆☆